35

شعائر اللہ کی تعظیم

(فرمودہ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۱ء مسجد نور)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

چونکہ آج احباب جانے والے ہیں۔ اس لئے مختصر طور پر چند باتیں بیان کرتا ہوں۔ دوسری وجہ مختصر بیان کرنے کی یہ بھی ہے کہ تین دن سے متواتر بولنے اور کل تو سارا دن لیکچر دینے سے کیونکہ مردوں میں ختم کرنے کے بعد عورتوں میں لیکچر دینا پڑا۔ آواز اول تو اچھی طرح نکلتی نہیں۔ اور جو نکلتی ہے۔ وہ سب تک نہیں پہنچے گی۔ اس لئے مختصراً چند نصائح کرتا ہوں۔

اول تو ایک غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں۔ جو کل کے لیکچر سے پیدا ہوئی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ میری طرف سے ایک چٹھی بھیجی گئی تھی جس کا کئی لوگوں نے جواب نہ دیا۔ بیرونی جماعتوں کے سیکرٹریوں نے سمجھا ہے کہ ان کی طرف بھیجی گئی ہوگی۔ ان کی طرف سے رقعے آرہے ہیں کہ انہیں نہیں پہنچی۔ ان کی تسلی کے لئے میں کہتا ہوں کہ ان کو نہیں بھیجی گئی تھی۔ بلکہ ایسے لوگوں کے پاس بھیجی گئی تھی جو باحیثیت سمجھے گئے تھے۔ اور جن کے متعلق خیال تھا کہ اس تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں۔ گو تنگیاں اور مشکلات ایسے لوگوں کو بھی ہوتی ہیں۔ مگر ان کے متعلق یہ سمجھ کر کہ وہ شامل ہو سکیں گے۔ لکھا گیا تھا۔ اور کہا گیا تھا کہ جواب دیں۔ اس لئے سیکرٹریوں کو گھبراہٹ کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کو وہ چھٹی نہیں بھیجی گئی تھی۔

دوم یہ کہ چونکہ یہ پہلی دفعہ ہے۔ اس لئے جنہوں نے جواب نہ دینے کی وجوہات مجھے لکھی ہیں۔ ان کو میں معاف کرتا ہوں اور بقیہ کے لئے فی الحال یہی سزا تجویز کرتا ہوں کہ وہ وجہ لکھ دیں کہ انہوں نے کیوں جواب نہیں دیا۔

اس کے بعد میں احباب کو ایک خاص نصیحت کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ شعائر مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ان کی عزت اور احترام ایک نہایت ضروری بات ہے۔ چونکہ ہمیشہ شرارت اور بدی بہت چھوٹی باتوں سے پیدا ہوتی اور آہستہ آہستہ ترقی کرتی ہے۔ اس لئے جب تک

اس کے پیدا ہونے کے دروازے بند نہ کئے جائیں۔ بند نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم میں آپ لوگ پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر ناراض ہوتا ہے کہ رسول کریم کو **راعنا** نہ کہو۔ا۔ حالانکہ اس کے بھی وہی معنی ہیں۔ جو **انظرنا** کے ہیں۔ پھر کیوں فرماتا ہے کہ **راعنا** نہ کہو۔ **انظرنا** کہو اور یہاں تک فرماتا ہے۔ کہ اگر تم **راعنا** کہو گے تو تمہارے ایمان ضائع ہو جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ **راعنا** کے لفظ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ منافق اور شریر لوگ اس میں کجی پیدا کر کے **راعینا** یا چکر ڈال کر رعونت کی طرف لے جا سکتے تھے۔ یا چونکہ رسول کریمؐ نے ابتدائی زمانہ میں بکریاں چرائی تھیں۔۲۔ اس کی طرف ہتک کے طور پر اشارہ کرتے تھے۔ یہ وجہ بھی تھی۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ **راعنا** باب مفاعلہ سے ہے۔ اور اس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ تم میرے لئے یہ کام کرو تو میں تمہارے لئے یہ کام کردوں گا۔ گویا دونوں طرف کی شرط پائی جاتی ہے۔ جیسے کہتے ہیں **قاتلا** اس کے معنی ہیں۔ کہ دو آدمی ایک دوسرے سے لڑے۔ اگر صرف ایک ہی لڑے۔ تو اس کے لئے یہ نہیں کہیں گے۔ اگرچہ **راعنا** کے عام استعمال میں یہی معنی لئے جاتے تھے۔ کہ آپ ہماری رعائت کریں۔ مگر لغت میں اس کا یہ مفہوم بھی ہے کہ تم ہماری رعایت کرو۔ تو ہم بھی تمہاری رعائت کریں گے۔ گویا اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ ہمارا خیال رکھیں۔ ہم بھی آپ کا خیال رکھیں گے۔ اور اس میں گستاخی اور بے ادبی پائی جاتی ہے۔ یہودیوں کا منشا یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کریں۔ تا ان سے سنکر مسلمان بھی ان الفاظ کو استعمال کرنے لگ جائیں۔ اور اس طرح رسول کریمؐ کا ادب اور احترام آہستہ آہستہ دور ہو جائے۔ اس بدی کا سدباب کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے روک دیا کہ کوئی یہ لفظ رسول کریمؐ کے متعلق استعمال نہ کرے۔

تو چھوٹی چھوٹی باتوں کا شریعت میں لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں جو تباہی اور خرابی پیدا ہوئی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے ادب اور احترام کے الفاظ گندے معنوں میں استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ ان کی حکومتیں مٹ گئیں۔ سلطنتیں برباد ہو گئیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کے نزدیک "بادشاہ" کے معنی "بیوقوف" کے ہو گئے۔ جہاں "بادشاہ" "بے وقوف" کو کہا جائے۔ وہاں بادشاہ کا ادب کہاں رہتا ہے۔ اور جب بادشاہ کا ادب گیا۔ تو حکومت بھی تباہ ہو گئی اسی طرح علماء اور بزرگوں کا ادب مسلمانوں کے دلوں سے اس طرح اٹھا۔ کہ "حضرت" کا لفظ جو ان کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ یہی لفظ شریروں اور بدمعاشوں کے متعلق استعمال کرنے لگے۔ اس طرح علماء کا ادب مٹ گیا۔ اور ان کی بے ادبی شروع ہو گئی۔ اسی طرح دیکھو اللہ کے لفظ کی بے

ادبی سے مسلمانوں پر کس قدر تباہی اور بربادی آئی۔ جب کسی کے پاس کچھ نہ رہے تو کہتے ہیں "اب تو اللہ ہی اللہ" یعنی ان کے نزدیک اللہ کے معنی یہ ہیں کہ "کچھ نہیں"۔ یہ کہنے سے ان کا مطلب یہ نہیں ہوتا۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا اللہ ان کے مدنظر ہوتا ہے یا حضرت ابوبکرؓ والا اللہ ان کے ذہن میں ہوتا ہے جن سے رسول کریم نے ایک موقعہ پر جب کہ وہ اپنا سارا مال خدا کی راہ میں دینے کے لئے لے آئے۔ پوچھا کہ گھر کیا چھوڑ آئے ہو۔ تو انہوں نے کہا تھا "اللہ" سلے یہ اور رنگ تھا۔ اور اس کی اور ہی شان تھی۔ مگر مسلمان جب یہ کہتے ہیں۔ کہ اب اللہ ہی اللہ ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نفی ہے۔ اب کچھ نہیں رہا۔ اس طرح اللہ کے لفظ کے استعمال کا یہ نتیجہ ہوا ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں سے خدا تعالیٰ پر ایمان اٹھ گیا۔ اور ان میں دہریت آگئی۔

اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو۔ کہ ادب اور احترام کے الفاظ کبھی گندی اور بری جگہ استعمال نہیں کرنے چاہیں ورنہ قابل ادب چیزوں کا ادب اٹھ جائے گا۔ اور اس کا نتیجہ سوائے تباہی اور بربادی کے اور کچھ نہیں ہوگا۔

مثلاً "شہید" کا لفظ ہے دیکھو آج کل مسلمانوں کی عقلیں کس طرح ماری گئی ہیں۔ وہ جو دین کے لئے مارے گئے وہ جنہوں نے دین کی خدمت کرتے ہوئے اپنی جانیں دیں وہ جنہوں نے اپنے خون سے اسلام کی بنیاد کو مضبوط کیا ان کے لئے خدا تعالیٰ نے "شہید" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور جن کے متعلق آیا ہے۔ کہ اوروں کو تو برزخ سے گذار کر بہشت میں داخل کیا جائے گا۔ مگر وہ جلدی داخل بہشت کر دئے جائیں گے۔ یہ تو شہید کی شان ہے۔ مگر مسلمانوں نے کان پور کی مسجد کے غسل خانہ کو شہید قرار دیا۔ گویا اس گارے اور مٹی کو جو پاخانہ میں بھی ڈالی جاسکتی ہے حضرت عثمانؓ کے برابر بنا دیا۔ اسی طرح ایک شعر ہے جس میں جھجری کو شہید کہا گیا ہے (حضور نے شعر پڑھا تھا۔ لیکن قلم بند نہ ہو سکا) اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کے دلوں سے اس لفظ کا ادب مٹ گیا۔ اگر ان میں اس کا ادب رہتا۔ وہ سمجھتے یہ بہت بڑا درجہ ہے اور اس کے بہت اعلیٰ نتائج نکلتے۔ خدا تعالیٰ کی خاص خوشنودی حاصل ہوتی ہے تو جب کبھی شہادت پانے کا موقع آتا کبھی پیچھے نہ ہٹتے۔ مگر چونکہ ان میں ادب نہ رہا۔ اس لئے اس درجہ کی ان کی نظر میں کچھ حقیقت نہ رہی۔ اور غسل خانے اور جھجریوں کو شہید کہنے لگ گئے۔ جب شہید کی حیثیت ان کی نگاہ میں یہ رہ گئی۔ تو شہادت حاصل کرنے کی خواہش ان کے دل میں خاک پیدا ہو سکتی ہے۔

پس یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ وہ الفاظ جن کا شریعت نے ادب اور احترام لازم قرار دیا ہے۔ ان کا ادب کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور یہ بات مومن کے ایمان میں داخل ہے۔

مجھے اس خطبہ کے پڑھنے کی تحریک اس طرح ہوئی۔ کہ میں نے ٹہلتے ٹہلتے گھر میں دو اشتہار

لگے ہوئے دیکھے۔ جن میں دو نہایت نامعقول فقرے درج تھے۔ ایک میں تو لکھا تھا "حمائل اعجاز صنعت" گویا اس کتاب میں ایسا اعجاز رکھا گیا کہ اس کا کاتب ایسا ہی ہے۔ جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بھی اعجاز دکھایا اور اس کاتب نے بھی۔

دوسرے اشتہار میں لکھا تھا۔ "اعجازی پریس" گویا اللہ تعالیٰ ہی ایسا پریس بنا سکتا ہے۔ اور اس پریس بنانے والے کو ہی اس نے یہ قدرت بخشی ہے۔ اور کوئی انسان نہیں جو ایسا پریس بنا سکے۔

اب میں پوچھتا ہوں۔ جب تم معمولی کتابت کو اور معمولی پریس کو اعجاز کا نام دو گے تو حضرت مرزا صاحب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجازوں اور معجزوں کی تمہاری نگاہ میں کیا قدر رہے گی۔ جس کی نظر سے اس قسم کے فقرے گذریں گے وہ سمجھے گا ذرا کوئی کار آمد چیز ہو یا جس میں کوئی ذرا عجوبہ ہو وہ اعجاز ہوتا ہے اور اس طرح اس کے دل سے اصل اعجاز کی وقعت دور ہو جائے گی۔ میرے نزدیک یہ مخفی کفر ہے۔ کیونکہ اس طرح شریعت کے احترام کو تباہ کیا جاتا ہے۔ پریس ہے کیا چیز۔ اور اس میں اعجاز کونسا ہے۔ ایسے پریسوں کے سینکڑوں نسخے تو میں نے پڑھے ہیں۔ حالانکہ میں اس فن کا آدمی نہیں ہوں۔ اور نہ مجھے اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت تھی۔ تاہم تین چار نسخے تو مجھے یاد بھی ہیں۔

اسی طرح حمائل میں کونسی ایسی صنعت ہے۔ جسے اعجاز کا درجہ دیا جائے۔ یہ کہاں کی صنعت ہے کہ اگر الف پہلی سطر میں آگیا۔ تو پچھلی سطر میں بھی الف ہی آیا۔ اور اس کے لئے ایک سطر لمبی لکھ دی اور دوسری چھوٹی۔ یہ تو ایسی صنعت ہے۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔

رفتم بباز ار خریدم گنا

"قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس من شرالوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔ (الناس : ۲ تا ۷)

اس طرح تو اگر کوئی وید اور انجیل کو بھی لکھنا چاہے۔ تو لکھ سکتا ہے۔ ۲۶ حروف ہوتے ہیں۔ اور بعض زبانوں میں تو اس سے بھی تھوڑے۔ اور زیادہ سے زیادہ ۳۵۔۳۷ ہوتے ہیں۔ ان کو ایسی ترتیب دینا کہ جو پہلی سطر کے پہلے آئے۔ وہی آخری سطر کے پہلے آئے۔ اس میں اعجاز کیا ہے۔ یہ تو لفظ اعجاز کے ساتھ تمسخر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ معجزہ اور اعجاز کی قدر اتنی ہی رہ جائے گی جب بچے کے سامنے مسیح موعود کے کسی معجزہ کا ذکر آئے گا۔ تو فوراً اس کا خیال پریس اور حمائل کی طرف چلا جائے گا کہ یہ معجزہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

حالانکہ اعجاز تو وہ معجزہ ہوتا ہے۔ کہ جو خدا تعالیٰ کی قدرت سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ ورنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح موعود، حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ کا ذاتی فعل بھی اعجاز نہیں کہلا سکتا۔

چہ جائیکہ کسی اور انسان کے فعل کو اعجاز کہا جائے۔ اعجاز تو وہ فعل ہے۔ جو حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت مرزا صاحب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے کرایا۔ اب بتاؤ اگر حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت رسول کریمؐ اور حضرت مرزا صاحب اکٹھے ہو جاتے۔ تو کیا یہ کام نہ کرسکتے اس کو اعجاز کہنے کے تو یہ معنی ہوئے کہ گویا خدا خود اتر آیا اور اس نے یہ کام کئے۔

یہ بہت بے ہودہ اور لغو حرکت ہے شریعت کے الفاظ کا ادب نہایت ضروری ہے۔ جو الفاظ شریعت میں داخل ہیں۔ یا مسلمانوں کے استعمال سے شریعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ جیسے اعجاز کا لفظ ہے۔ ان کی توقیر اور ادب کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یہی اعجاز کا لفظ ہے۔ جس سے ہم انبیاء کرام کی توقیر بچوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ لیکن جب وہ پریس کے متعلق بھی اعجاز کا لفظ استعمال ہوتا دیکھیں گے تو وہ رسولوں کے معجزہ کے متعلق یہی سمجھیں گے کہ وہ پریس بنایا کرتے ہونگے یا کتابت کرتے ہوں گے۔ مومن کے لئے ہر بات میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ تم لوگ ان باتوں کے متعلق خاص احتیاط کرو اور ان لوگوں میں سے نہ بنو۔ جنہوں نے شریعت کے قابل ادب الفاظ کی بے ادبی کرکے تباہی و بربادی حاصل کی ہے۔ لفظ "آیت" "معجزہ" "کرامت" "نبی" "رسول" اور اسی طرح کے اور الفاظ تمہارے نزدیک بڑے معزز اور مکرم ہوں۔ تمہارے نزدیک "حضرت" "شہید" یا اور ایسے ہی الفاظ روحانیت اور بزرگی پر دلالت کرنے والے ہوں۔ تاکہ تمہارے بچوں میں بھی ان کا ادب اور احترام پایا جائے جن کے لئے یہ الفاظ مقرر ہیں۔ ان الفاظ کی کبھی بے حرمتی اور بے ادبی نہ کرو۔ کبھی برے معنوں میں استعمال نہ کرو۔ کبھی بطور ہنسی اور تمسخر میں بھی منہ سے نہ نکالو۔ اس طرح اول ان الفاظ کا ادب اٹھ جائے گا اور پھر ان لوگوں کا ادب اٹھ جائے گا جن کے متعلق یہ استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ جو بچہ اپنے بھائی یا باپ کو دیکھے گا کہ حضرت کا لفظ وہ شریر کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ تو جب کسی بزرگ کے پاس جاکر دیکھے گا کہ اسے کوئی "حضرت" کہتا ہے۔ تو یہی سمجھے گا کہ شریر ہے۔

میں نے یہ عام طور پر بات اس لئے کہی ہے۔ کہ عام طور پر لوگ ہنسی اور تمسخر میں ایسے الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض تو یہاں تک کرتے ہیں کہ آیت اور حدیث بطور تمسخر پڑھ دیتے ہیں۔ چونکہ ایسی باتوں کے نتائج سخت خطرناک ہوتے ہیں۔ اس لئے تمہیں ان سے بچنا چاہیئے۔

دوسری نصیحت یہ ہے۔ کہ جو احباب جائیں گے۔ ان کو میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ چونکہ سفر میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ وہ واپسی کے وقت جہاں اپنے لئے اپنے گھر والوں کے لئے دعائیں کریں۔ وہاں خدا کے جلال کے ظاہر ہونے اور کفر کے مٹنے کے لئے دعا کریں۔

(الفضل ۱۲؍ جنوری ۱۹۹۲ء)

۱؎ البقرۃ : ۱۰۵

۲؎ بخاری کتاب بدء الخلق باب یعکفون علی اصنام ۳؎ ترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر